تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

Reference of Sltan Mahmud Ghaznavi in Kalam-e-Iqbal

کلام اقبال میں سلطان محمود غزنوی کا تذکرہ

[1]Shahid Imran , [2]Prof Dr Muhammad Asif Awan
[1]M. Phil Scholar, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad
[2]Professor, Dept. of Urdu, Riphah International University Faisalabad
Email: qamirbhattitmp@gmail.com

[1]شاہد عمران، [2]پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف اعوان
[1]ایم فل اسکالر، شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد
[2]پروفیسر، شعبہ اردو، رفاہ انٹر نیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract
This research aims to scrutinize the endeavors of Sultan Mehmood Ghaznavi in Iqbal's poetry. Iqbal motivated the Muslims of the Subcontinent through his poetry. He recalled Mehmood Ghaznavi as an idol-destroyer. Iqbal presents the glorious past of the Muslims in front of the current Muslim society. His aim is to teach practical struggle to the Muslims in general and the Muslims of the subcontinent in particular. In this regard, he has mentioned in his Urdu and Persian poetry many such Muslim generals who performed great military feats during their time. Among these great Muslim generals, Sultan Mahmud Ghaznavi has been mentioned by Iqbal in his Urdu and Persian poetry. The researcher has described the achievements and practical struggle of Mahmud Ghaznavi with reference to Iqbal's poetry. The present era is the era of changes, these changes have had a profound effect on human civilization, thought and thinking. Materialism and western civilization have taken over every corner of the world. In this period, the new generation is not interested in the history of Islam. It is necessary that the new generation should be exposed to the greatness, bravery and war exploits of their ancestors so that the sense of the greatness of their ancestors can be highlighted in them. This research is very effective in this regard. In this research the researcher applied qualitative research approach to meet the ends.

Keywords: Mehmood Ghaznavi, Somnat, Idol Breaker, Glorious Past, Iqbal's Poetry

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

انسان کی تعمیر و تشکیل اس کے ذہنی شعور، نظریہ حیات، فکری ارتقا، علمی استدلال اور اخلاقی و روحانی اقدار سے وابستہ ہے۔ کسی بھی شخصیت کے جسمانی خدوخال کو دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے، مگر نفسی و عقلی صفات کا مشاہدہ مشکل ترین مرحلہ ہے۔ اس کو آثار اور وقت کے دھارے کے ساتھ پہچانا جا سکتا ہے۔ صفات نفسیہ اور صفات عقلیہ کو سمجھنا آسان کام نہیں ہے۔ انسان جتنا بھی ترقی کر جائے جس قدر روشن فکر اور یگانہ روزگار ہو جائے دوسرے انسان کی نفسیات اور عقلی گہرائی کی تہہ کو پانا انتہائی مشکل مرحلہ ہے۔ ایسے کمال صفات لیے دنیائے عالَم میں بہت سے شعرا، ادبا اور علما گزرے ہیں جنھوں نے فکر کی بلندی اور خداداد صلاحیتوں سے اپنی حیثیت اور اپنے افکار کو منوایا ہے۔ ان عظیم شخصیات میں ایک اہم نام علامہ محمد اقبال کا ہے جن کا کلام رنگ و نور کی کرنیں بکھیرتا ہوا اپنا تعمیری سفر طے کر رہا ہے۔ ولی، میر، درد، مومن، غالب کے بعد اقبال کے کلام نے اردو اور فارسی شاعری میں وہ منفرد مقام حاصل کیا جس کا رنگ جداگانہ اور تاثیر یگانہ ہے۔ ان کا کلام فنی لوازمات اور مقصدِ حیات کا آئینہ دار ہے۔ جس میں فکر و فن کا معیار بھی ہے اور ایمان و جذبہ کی تحریک بھی ہے۔ ان کے کلام کا بہت بڑا حصہ مسلمانوں کے شاندار ماضی اور عظیم مسلم شخصیتوں کے کارناموں پر مشتمل ہے۔ ان شخصیات میں ایک نام سلطان محمود غزنوی کا بھی ہے جن کے جذبہ جہاد اور کارناموں کو اقبال نے اپنے کلام کا حصہ بنایا ہے۔

سلطان محمود غزنوی ۹۷۱ عیسوی کو ناصر الدین سبکتگین کے گھر پیدا ہوا۔ ان کا اصل نام ابو القاسم محمود تھا۔ تیئیس سال کی عمر میں خراسان کا گورنر بنا اور ۹۹۷ عیسوی میں باپ کے انتقال کے بعد غزنی کا حکمران بنا۔ سلطان محمود غزنوی کا شمار مسلمانوں کے عظیم سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔ وہ بڑا ذہین اور ماہر جنگجو حکمران تھا۔ اپنے دورِ حکمرانی میں اس نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ عظیم سپہ سالار ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی فوج اور رعایا پر بہت مہربان تھا۔ دوران جنگ اپنی فوج کے ساتھ گھل مل جاتا اور نماز کے وقت فوج کے ساتھ ہی ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!(۱)

اقبال ملتِ اسلامیہ کو جہاں مسلم سپہ سالاروں کی بہادری و ہمت اور فتوحات سے روشناس کراتے ہیں وہاں مسلم سپہ سالاروں کے عقائد و خصائص اور خدا کے حضور عاجزی کو بھی بیان کرتے ہیں۔ محمود جو جاہ و جلال کا مالک سلطان تھا اس کی ہیبت دشمنوں کے دل میں ایک ڈراؤنا خواب بن کر رچ بس گئی تھی۔ لیکن یہ سلطان دورانِ جنگ جب وقتِ نماز آتا ہے اپنے عام سپاہیوں کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ ایاز، محمود کے غلام کا نام ہے لیکن نماز کے وقت دونوں ایک ہی صف میں کندھے سے کندھا ملا کر بارگاہِ خداوندی میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اقبال اس روح پرور اور ایمان افروز واقعہ کو ملتِ اسلامیہ کے لیے لمحہ فکریہ کے طور پر بیان کرتے ہیں کیونکہ آج مسلمانوں میں نہ محمود جیسا جذبہ جہاد ہے نہ محمود و ایاز جیسی مساوات کا عملی نمونہ موجود ہے۔ اسی بات کو اقبال دوسرے انداز میں بیان کرتے ہیں:

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز
دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری(۲)

اقبال موجودہ دور کی زبوں حالی بیان کرتے ہیں کہ اگر محکوم قوم غفلت کی نیند سے بیدار ہونے لگتی ہے تو حکمرانوں کی جادوگری اسے پھر اسی مدہوشی میں لے جاتی ہے۔ محمود جیسے سپہ سالار جب اپنے غلاموں پر زیادہ مہربان ہوتے ہیں تو ایاز جیسا غلام جو اپنے مالک کا گردن میں ڈالا ہوا غلامی کا طوق بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اگر حکمران اور سپہ سالار محمود غزنوی جیسا ہو تو ایاز جیسا وفادار ملازم اپنے آپ کو سعادت مند سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس مادیت پرستی میں جکڑے حکمران کو اپنی رعایا سے کوئی سروکار نہیں اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی عوام اور رعایا خواب غفلت میں پڑے رہیں۔ اقبال لکھتے ہیں:

کوئی دیکھے تو میری نے نوازی
نفس ہندی ، مقامِ نغمہ تازی!

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

نگہ آلودۂ انداز افرنگ!

طبیعت غزنوی ، قسمت ایازی(۳)

اقبال نوحہ کناں ہے کہ مسلمان جو بت شکن تھے۔ آزادی اور غلبہ دین جن کا مقصد تھا، آج غلامی کی زنجیروں میں جکڑے جا چکے ہیں۔ اپنے اسلاف اور شاندار ماضی سے روگردانی کر کے اپنی خواہشات اور مغرب پرستی کا شکار ہو چکے ہیں۔ ایاز جو محمود کا محبوب غلام تھا۔ محمود اس سے خاص لگاؤ رکھتا تھا۔ ایاز بھی آقا پرستی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا تھا۔ ایک طرف ایاز غلامی میں لذت محسوس کر رہا ہے دوسری طرف محمود جو خود حکمران تھا لیکن ایاز کا پرستار تھا۔ ڈاکٹر خالد ندیم لکھتے ہیں:

> ''ابوالنجم ایاز، سلطان محمد غزنوی کے ان آٹھ غلاموں میں سے تھا جن کی تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا اور ان کی خدمت و آسائش کے لیے خدمت گزار مقرر تھے۔ ایاز اسلامی دنیا اور خصوصاً وسطی و جنوبی ایشیا میں بہت مشہور ہے۔ وہ خوب صورتی کی وجہ سے سلطان کا محبوب غلام تھا۔ آقا پرستی کے باعث اس کا نام ضرب المثل بن گیا۔''(۴)

سلطان محمد غزنوی ایاز کے لیے دلی محبت رکھتا تھا۔ لیکن یہ محبت ایک آقا اور غلام کے فرق کو نہیں مٹا سکی۔ ایاز کی فطرت میں غلامی رچ بس چکی تھی وہ سلطان کی اطاعت اور حکم کی تعمیل کو ہی اپنی سعادت سمجھتا رہا۔ سلطان کی محبت اس کی ظاہری حیثیت کو ختم نہیں کر سکی۔ آقا اور غلام کا فرق اسی طرح موجود رہا۔ اقبال کے نزدیک انسان فطری طور پر آزاد پیدا ہوا ہے اور آزادی اس کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ ایاز کی غلامی نے اس سے یہ نعمت سلب کر لی اور وہ سلطان کی غلامی کو ہی اپنی عظمت گردانتا رہا۔ ''ساقی نامہ'' میں محمود وایاز کا ذکر کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں:

فرو فالِ محمود سے درگزر
خودی کو نگہ رکھ ایازی نہ کر(۵)

ظاہری شان و شوکت انسان کو متاثر کرتی ہے۔ اقبال کہتے ہیں کسی کی شان و شوکت کے آگے سر جھکانے کی بجائے خودی کو بروئے کار لا کر ایاز کی طرح غلامی سے دور رہا جائے۔ اگر خودی کو نگاہ میں نہ رکھا گیا تو ایاز کی طرح غلامی مقدر بن جاتی ہے اور

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

پھر زندگی کا مقصد آقا کی تابع داری اس کے ہر فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے اقبال کے کلام میں فکر حریت جابجا ملتی ہے کیونکہ مسلمانوں کی غلامانہ سوچ نے ان کو غفلت کی نیند سلا دیا تھا۔ اقبال لکھتے ہیں:

وہ کچھ اور شے ہے محبت نہیں ہے
سکھاتی ہے جو غزنوی کو ایازی!(۶)

محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کو اپنے حصار میں لے لیتا ہے بلکہ آقا پرستی کے رشتہ میں جہاں سوچ و بچار اور فہم و تدبر کی بجائے آقا اور غلام میں حکم اور تعمیلِ حکم کے سوا کوئی دوسری رائے نہیں ملتی۔ محبت غلامی کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ غلامی پست صفات کی حامل ہے جبکہ محبت آزادی کی اڑان بھرتے ہوئے کائنات کے رموز کی عقدہ کشائی کرتی ہے۔ غلامی کی سوچ خودی کی صفات کو ختم کرتی ہے اور آقا پرستی کے پہلو کو نمایاں کرتی ہے۔ حکم پرستی اور آقا پرستی انسانی آزادی کو ختم کر کے انسانی سوچ کو غلامانہ صفات کا حامل بنا دیتی ہے۔ ڈاکٹر خالد ندیم محمود اور ایاز کے اس پہلو کو اس طرح لکھتے ہیں:

> ”ایک حکایت کی رو سے سلطان کے پاس ایک بہت قیمتی اور بیش بہا موتی آیا۔ اس نے اپنے ہر امیر سے اسے توڑنے کے لیے کہا لیکن ہر ایک نے اس گوہر یکتا کو توڑنے سے انکار کر دیا۔ مگر جب اس نے ایاز سے اسے توڑنے کی فرمائش کی تو اس نے اسے فوراً توڑ دیا۔ اس سے ایاز کی حکم پرستی اور آقا پرستی ظاہر ہوتی ہے۔“(۷)

اقبال کے نزدیک یہ محبت نہیں نفس پرستی ہے اور یہ نفس پرستی اور شخصیت پرستی غلامانہ ذہن کا بیج بوتی ہے۔ یہ غلامانہ ذہن انسانی سوچ اور انسانی اقدار کو محدود کر دیتا ہے۔ غلامی ایک دائرہ ہے جس میں انسانی وجود اور انسانی سوچ جکڑ کر رہ جاتی ہے اور یہ غلامانہ دائرہ ہی انسان کی فکر پر مسلط ہو کر اس کی آزادی کی فکر اور لگن کو تباہ کر دیتا ہے۔ یہ غلامی کا دائرہ فطرتی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر کے انسانی معیار کو مسخ کر دیتا ہے۔ اقبال اسی حوالے سے کہتے ہیں:

حاصل اس کا شکوہِ محمود
فطرت میں اگر نہ ہو ایازی!(۸)

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

انسان جب فطرتاً غلامانہ سوچ کا حامل ہو جاتا ہے تو آقا پرستی اور حکم پرستی اس کی سرشت میں شامل ہو جاتی ہے۔ وہ خود ایک حد کا پابند ہو جاتا ہے اور اسی حد کو اپنے لیے راہِ حیات سمجھتا ہے۔ ایاز کے لیے اس سے بڑھ کر کیا تھا کہ سلطان کا وہ خاص غلام تھا اور سلطان اپنے اس غلام پر سب سے زیادہ توجہ اور نوازشات کرتا تھا۔ اقبال کہتے ہیں اگر اس کی فطرت میں ایازی و غلامی نہ ہوتی تو وہ اپنے لیے نئے راستے تلاش کرتا۔ اقبال کے نزدیک سلطان محمود وہ بنے گا جس کی فطرت میں غلامی و ایازی نہ ہو۔ جو نفس پرستی اور شخصیت پرستی کی بجائے خودی کی تلوار سے اپنا دفاع کر کے اپنے لیے نئی دنیا پیدا کرے۔ اقبال کے نزدیک آج کے مسلمان میں فطرت ایازی پنپ چکی ہے اس کی سوچ عامیانہ اور ذہن غلامانہ ہو چکا ہے۔ وہ اپنی بنیادی وراثت اور ایمانی طاقت کو کھو چکا ہے۔ اس کا سینہ جو ایمان کا سفینہ تھا بے نور اور زنگ آلود ہو چکا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

ہے میرے سینہ بے نور میں اب کیا باقی
لاالٰہ مردہ و افسردہ و بے ذوقِ نمود!
چشمِ فطرت بھی نہ پہچان سکے گی مجھ کو
کہ ایازی سے دگرگوں ہے مقامِ محمود!(۹)

اقبال ملتِ اسلامیہ کی حالت زار پر نوحہ کناں ہیں کہ اب ہمارے سینے ایمان سے خالی ہیں۔ بے نور ہو چکے ہیں، لاالٰہ جو مسلمان کا صرف کلمہ نہیں تھا سب سے بڑی طاقت اور ہتھیار تھا کیونکہ یہ کلمہ تمام طاغوتی طاقتوں کی نفی کر کے ایک رب کائنات کا درس دیتا ہے ہم اس کلمہ کی حقیقت اور طاقت کھو چکے ہیں اور ملتِ اسلامیہ کے وجود کو اس قدر مسخ کر چکے ہیں کہ اب فطرت کی آنکھ بھی نہیں پہچان سکتی کہ مقام محمود کو کیسے ایازی سوچ میں بدل دیا گیا ہے۔ مسلم امہ غالب جماعت تھی لیکن غلامی کے طوق اور بے عملی نے اس امت کے اصل چہرے کی شناخت کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے اور آج اس قدر پست ہے کہ حقیقت کو پہچاننے سے قاصر ہے۔ اقبال متقاضی ہیں کہ غلامانہ سوچ کو ختم کر کے ملتِ اسلامیہ کو اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنا چاہیے۔ انھیں خوف کے بت توڑ کر ایازی سوچ کو محمودی اوصاف میں تبدیل کرنا ہو گا۔ اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

ہے ابھی سینہ افلاک میں پنہاں وہ نوا
جس کی گرمی سے پگھل جائے ستاروں کا وجود!

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

جس کی تاثیر سے آدم ہو غم و خوف سے پاک
اور پیدا ہو ایازی سے مقامِ محمود!(۱۰)

جہاں اقبال ملتِ اسلامیہ کی موجودہ صورت حال سے مایوس ہیں وہاں پُر امید بھی ہیں ان کے نزدیک ابھی آسمان کے سینہ میں ایک ایسا نغمہ باقی ہے جس کی تپش سے ستاروں کا وجود پگھل سکتا ہے اور اس کی تاثیر سے امتِ مسلمہ خوف و ناامیدی کے جال سے نکل سکتی ہے۔ اس نغمہ کی تاثیر سے ایازی ذہن میں محمودی افکار پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر مسلمان افکارِ محمودی کو اپنا لیں تو غلامی کی زنجیریں کٹ سکتی ہیں۔ کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ محمود اس لیے سلطان اور بہادر سپہ سالار بنا کیونکہ اس کی فطرت میں غلامی نہیں تھی اور ایاز نے اپنی فطرت میں غلامی اور جی حضوری کو بسا لیا تھا۔ اقبال کہتے ہیں:

دماغ از خرد زاست ازفطرت است
اگر پاز میں ساست، از فطرت است
یکے کارفرما ، یکے کار ساز
نیا ید ز محمود کارِ ایاز
نہ بنی کہ از قسمتِ کارِ زیست
سراپا چمن می شود خارِ زیست(۱۱)

"اگر دماغ میں عقل ہے تو یہ فطرت کی عطا کردہ ہے اگر پاؤں زمین پر چلتا ہے تو یہ بھی فطری عمل ہے۔ کوئی حکم دینے والا ہے کوئی کام کرنے والا۔ محمود، ایاز کا کام نہیں کر سکتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تقسیم کار کے باعث زندگی کا کانٹا بھی چمن بن جاتا ہے۔"

انسانی عقل فطرت کا عظیم تحفہ ہے۔ انسان کے افکار و عقائد کی آماج گاہ عقل انسانی ہے حاکم و محکوم آقا و غلام کے رشتہ میں انسانی عقل کا گہرا عمل دخل ہے اور اسی تقسیم کی وجہ سے محمود، ایاز کا کام نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی فطرت میں سلطانی اور حکم دینا ہے جب کہ ایاز کا کام اپنے سلطان کے حکم پر سَر تسلیم خم کرنا ہے۔ یہ ایسی تقسیم ہے جو کانٹے کو چمن بنا سکتی ہے۔ اسی تقسیم کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ کو خارستان کی سرحدوں کو عبور کر کے محمودی افکار سے گلستان آباد کرنا ہو گا۔ ایازی

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

ذہن کبھی بھی محمود کی طرح نہ خواب دیکھ سکتا ہے نہ سلطانی کا رعب و دبدبہ رکھ سکتا ہے۔ اس لیے اقبال ایازی ذہن کو محمودی اوصاف میں بدلنے کے خواہاں ہیں۔ لکھتے ہیں:

خضرِ وقت از خلوتِ دشت حجاز آید بروں
کاروں زیں وادی دور و دراز آید بروں
مَن بسیماے غلاماں فرِّ سلطاں دیدہ ام
شعلہ محمود از خاک ایازِ آید بروں!(۱۲)

''دشتِ حجاز کی خلوت سے خضرِ وقت باہر آئے۔ اس وادی دور دراز سے پھر کارواں نکلے۔
میں غلاموں کے چہروں پر سلطانوں کی شان و شوکت دیکھ رہا ہوں۔ خاکِ ایاز سے شعلہ محمود
اٹھ رہا ہے۔''

اقبال جہاں مسلمانوں کی حالت زاد پر دل گرفتہ ہوتے ہیں وہاں وہ پر امید نظر آتے ہیں کہ اسی غلامی کے دور میں اسی ایازی کے انداز سے کوئی محمود غزنوی کی طرح اٹھے گا اور اس ملت کی باگ ڈور سنبھال کر اسے بھنور سے نکالے گا۔ شعلہ محمود تبھی پیدا ہو گا جب ایازی ذہن سے چھٹکارا پا جائے گا کیونکہ حاکم بعض دفعہ سختی سے اور بعض دفعہ نوازشات سے محکوموں کو مزید غلامانہ سوچ کا حامل بنا دیتا ہے۔ اسی تناظر میں اقبال کہتے ہیں:

کسے ایں معنی نازک نداند جز ایاز اینجا
کہ مہرِ غزنوی افزوں کند دردِ ایازی را(۱۳)

''ایاز کے بغیر اور کوئی یہ نکتہ نہیں جانتا کہ حاکم کی مہربانی دردِ غلامی کو بڑھا دیتی ہے۔''

حاکم مہرباں ہو تو غلام زیادہ وفاشعاری اور اطاعت شعاری دکھاتا ہے۔ اقبال ان حربوں کو محکوم قوم کے لیے زہرِ قاتل سمجھتے ہیں جس سے آزادی کی سوچ کو مخصوص طریقہ واردات سے غلامی میں بدل دیا جائے۔ اقبال اسی بات پر رنجیدہ خاطر ہیں کہ مسلم امہ نے محمود کا وصف چھوڑ کر ایازی وطیرہ اپنا لیا ہے۔ اسی ضمن میں لکھتے ہیں:

چہ گوئمت کہ چہ بودی چہ کردہ چہ شدی

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

کہ خوں کند جگرم را ایازی محمود(۱۴)

"میں کیا کہوں کہ تو کیا تھا؟ تو نے کیا کیا اور اب کیا ہو گا۔ اس بات نے میرے جگر کو خون کر دیا ہے کہ محمود نے ایاز کا شیوہ اختیار کر لیا۔"

اقبال مسلمانوں کے عظیم الشان ماضی کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے مسلم میں کیا بیان کروں تیری اصل کیا تھی۔ تیرا مقام و مرتبہ کیا تھا، تیری دنیا میں اہمیت کیا تھی اور اب تو کس مقام پر کھڑا ہے۔ تو نے شیوہ محمود کو چھوڑ کر ایازی ڈھنگ اپنا لیا ہے اور اسلام کے شاندار کارنامے تیری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اسی بات کو اقبال اپنے اردو کلام میں بیان کرتے ہیں:

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا
تارا(۱۵)

اقبال ملتِ اسلامیہ کی آنکھوں پر بندھی پٹی اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے زنگ آلود دل کو صاف کرنے کی غرض سے ان کو ان کے شاندار ماضی کی جھلک دکھاتے ہیں کہ اے نوجوان مسلم! کبھی غور و فکر بھی کیا ہے کہ تو کس رفعتِ آسمانی کا ستارا تھا۔ تو نے اپنے مرکز کو چھوڑا اور پستیوں میں گرتا چلا گیا۔ جب تم نے اوصاف اسلاف سے روگردانی کی تو میراثِ اسلاف تم سے چھن گئی جس کی وجہ سے بامِ عروج سے ہم پستی کی گہرائیوں میں گرتے چلے گئے۔ مسلم امہ نے اغیار کی رسم و رواج اور تقلید میں اپنی شاندار تاریخ کو نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے آج جہانِ عالم میں وہ بے حسی اور بے بسی کی تصویر بن چکے ہیں۔ ان میں اب سومنات کے بت شکن محمود غزنوی کے اوصاف نہیں۔ وہ ایازی ذہن رکھتے ہیں۔ اسی بات کو اقبال نے اپنے فارسی کلام میں ایک مکمل نظم "برمزار، سلطان محمود علیہ الرحمۃ میں بیان کیا ہے۔ جس میں امتِ مسلمہ کے لیے پیغام بھی ہے اور سلطان محمود کے شاندار کارنامے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اقبال اس نظم کی ابتدا ان اشعار سے کرتے ہیں:

خیزد از دل نالہ ہا بے اختیار
آہ! آں شہرے کہ اینجا بود پار!
آں دیا رو کاخ و کو ویرانہ ایست

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

آں شکوہ و فال و خر افسانہ ایست
گنبدے! در طوفِ او چرخِ بریں
تربتِ سلطان محمود است ایں!(۱۶)

"دل سے بے اختیار فریاد اٹھتی ہے۔ آہ! وہ شہر جو کل یہاں آباد تھا وہ شہر اور وہ محلات اور سڑکیں اب ویرانہ میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ غزنی کی وہ شان و دولت اب افسانہ بن چکی ہے۔ یہ گنبد آسماں جس کا طوائف کر رہا ہے یہ سلطان محمود کا مزار ہے۔"

اقبال غزنی شہر کی زبوں حالی کی وجہ کسی محمود کے نہ ہونے کو قرار دیتے ہیں۔ غزنی جس کی شان و شوکت کا ڈنکا پورے عالم میں بجتا تھا۔ جس کا حکمران اپنی تیغِ بے نیام سے دشمنوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا تھا۔ آج وہ شان و شوکت ایک خیال اور خواب بن کے رہ گئی ہے۔ آج بھی اس عظیم مرد مجاہد کے مزار کا طواف گنبدِ آسمان کر رہا ہے۔ اقبال اسی نظم میں بیان کرتے ہیں:

برق سوزاں تیغ بے زنہارِ او
دشت و در لرزندہ از یلغار او
زیرِ گردوں آیت اللہ رائتش
قدسیاں قرآں سرا بر تربتش(۱۷)

"اس کی شمیر بے پناہ برقِ سوزاں تھی۔ اس کی یلغار سے دشت و در پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ آسمان کے نیچے اس کا جھنڈا آیت اللہ تھا۔ اس کی قبر پر فرشتے تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں۔"

محمود جس کا نام دشمنوں پر لرزہ طاری کر دیتا تھا۔ آسمان کے نیچے اس کا پرچم اللہ کی نشانی تھا۔ وہ دشمنوں پر قہر بن کر ٹوٹ پڑتا۔ محمود غزنوی کی تمام زندگی جنگ و جدل میں گزری۔ اس نے اپنی تمام عمر سلطنت کی وسعت اور استحکام کے لیے گزاری۔ چراغ حسن حسرت لکھتے ہیں:

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

"محمود بڑا بہادر اور باتدبیر بادشاہ تھا۔ اگرچہ اس کی عمر لڑتے بھڑتے گزری لیکن اس نے کسی معرکہ میں شکست نہیں کھائی وہ عالموں، فاضلوں اور شاعروں کا بھی بڑا قدردان تھا۔ چنانچہ فردوسی جس نے ساٹھ ہزار پتوں میں ایران کے پرانے بادشاہوں کے حالات لکھے ہیں اسی کے دربار میں اسی بات کو بیان کرتے ہیں۔ سلطان محمود کی زندگی مسلسل جدوجہد کا نمونہ تھی اور اس کی فتوحات اس کے عظیم مسلم سپہ سالار ہونے کی نشانی ہے۔"(۱۸)

اقبالؒ نے اپنے کلام میں محمود غزنوی کا زیادہ تر ذکر معرکہ سومنات کے حوالے سے کیا ہے۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے۔ جن میں مشہور معرکہ سومنات ہے جس میں محمود غزنوی نے ہندوؤں کے مذہبی مقام سومنات کے مندر کو نشانہ بنایا اور مشہور بت کو پاش پاش کر کے بت شکن کے نام سے معروف ہوئے۔ اقبال کے دل میں تڑپ ہے کہ آج بھی اس دنیا میں کتنے سومنات ہیں جو محمود غزنوی کے منتظر ہیں۔ اقبال لکھتے ہیں:

کیا نہیں اور غزنوی کارگہِ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے
سومنات(۱۹)

اس جہانِ عالم میں کتنے سومنات اس بات کے منتظر ہیں کہ کہیں سے سلطان محمود آئے اہلِ حرم کے بت کدے اس دور میں پھر متلاشی ہیں اس غزنوی کی بے تیغ تلوار کے جس نے سومنات میں جھوٹے خداؤں کو پاش پاش کر دیا تھا اور ہندوؤں کے اس مرکزِ عبادت کو اکھاڑ پھینکا تھا۔ ہندوؤں نے سومنات کے مندر کو ہندوستان کے باقی تمام مندروں کی نسبت زیادہ خوبصورت بھی بنایا تھا اور اسے مرکزی حیثیت بھی حاصل تھی۔ سومنات کے بارے حافظ محمد احسن لکھتے ہیں:

"پناہ کا انتظام ٹھیک کرنے کے بعد اس ان تھک مجاہد نے سومنات پر حملہ کی تیاری کی۔ سومنات بت کا نام بھی تھا اور اس شہر کا بھی جس مندر میں سومنات تھا۔ وہاں پر باہر کی روشنی نہ آتی تھی۔ ہیرے جواہرات دیواروں میں جڑے ہوئے اور جڑاؤ قندیلوں میں لگے

تحریر
مجلہ زبان و ادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

ہوئے تھے۔ ان کی جگمگاہٹ سے وہاں دن رات برابر تھے۔ چھپن ستون جواہرات سے مرصع تھے۔ دو سو من وزن سونے کی زنجیر لٹکتی تھی۔"(۲۰)

سومنات ایک محفوظ اور مضبوط قلعہ بند جزیرہ تھا۔ گجرات کی سرحد کے مغربی سمت سے ایک چھوٹی سی خشک پٹی اسے گجرات سے ملاتی تھی سومنات کی طرف پہنچنے کا راستہ جنوبی سندھ کی طرف سے تھا لیکن محمود غزنوی انجانے راستوں سے ہوتا ہوا کاٹھیاواڑ سے گزرتا ہوا ایک دم سومنات کے سامنے آ کھڑا ہوا جس سے سلطان محمود کی ہیبت پورے شہر کے لوگوں پر بیٹھ گئی اور بہت سے ہندو جنگ سے پہلے ہی فرار ہو گئے۔ مختصر مگر سخت جنگ کے بعد سلطان نے سومنات کو فتح کر لیا۔ سومنات کی فتح محمود غزنوی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ جس میں ہندوؤں کی بہت سی پیش کش ٹھکرا کر محمود نے بڑے بت کو توڑ ڈالا تھا۔ آج بھی اہلِ حرم کے سومنات اسی برق رفتار محمود کے منتظر ہیں جس نے سومنات میں غیرتِ ایمانی کے ساتھ کفار کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اقبال کہتے ہیں کہ جس طرح سومنات کے مندر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بیش بہا خزانہ محمود کو ملا تھا اسی طرح مرد مومن کو بھی چاہیے کہ کائنات کے پیکر میں خنجر گھونپے اور سومنات جیسے گوہر کو حاصل کرے۔ اقبال اسی ضمن میں کہتے ہیں:

دشنہ زن در پیکر ایں کائنات
در شکم دارد گہر چوں سومنات(۲۱)

"اس کائنات کے پیکر میں خنجر گھونپ یہ سومنات کی مانند اپنے شکم میں بہت سے گوہر رکھتی ہے۔"

محمود غزنوی نے جب شہر کو فتح کیا اور مندر میں داخل ہوا تو اس نے سب سے پہلے بڑے بُت کو توڑنے کا حکم دیا تو یہ سن کر ہندو پجاری رو پڑے اور سلطان کو پیش کش کی کہ جتنی دولت چاہو لے لو مگر یہ بُت نہ توڑو۔ سلطان نے جواب دیا مجھے بُت فروش نہیں، بُت شکن کہلانا ہے یہ کہہ کر سلطان نے اپنی فولادی تلوار سے بُت کو پاش پاش کر دیا۔ بُت کے ٹوٹنے سے قیمتی جواہرات باہر گر پڑے۔ اقبال مسلم امہ سے مخاطب ہیں کہ جس طرح سلطان محمود کی ضرب سے سومنات کے بڑے بت کے گرنے سے ہزاروں جواہرات ملے تھے۔ اسی طرح کائنات کی تسخیر کے لیے اس کے پیکر میں خنجر گھونپا جائے کیونکہ اس کے شکم میں بھی بہت سے موتی موجود ہیں۔ جس طرح محمود نے سومنات کے ہندوؤں کی بات نہ مانتے ہوئے اس بت پر کاری ضرب لگائی تھی جس

تحریر
مجلہ زبان وادب
جلد ۰۲ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۴

کے نتیجے میں قیمتی گوہر بت کے شکم سے بر آمد ہوئے تھے اسی طرح کائنات کے پیکر کو خنجر سے چاک کر کے قیمتی گوہر حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

انسان کے سامنے پوری کائنات ہے اور تسخیر کائنات اس کی جستجو میں شامل ہے اقبال اسی ضمن میں کہتے ہیں کہ سومنات کے بت کی طرح اس کائنات کا شکم بہت سے موتیوں سے بھرا ہے۔ اے انساں! تو ان کو حاصل کرنے کے لیے اس کے شکم کو چاک کر اور اس کے اندر سے قیمتی موتی وصول کر کے اپنی اس جستجو کو پایہ تکمیل تک پہنچا۔ شکمِ کائنات اپنے اندر وسیع مفہوم لیے ہوئے ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اپنی بینا آنکھ اور مسلسل جدوجہد سے کائنات کے چھپے رازوں کو آشکار کرے لیکن آج کے مسلمانوں میں نا تو محمود غزنوی جیسا جذبہ ہے اور نہ ہی وہ بینا آنکھ ہے جس سے وہ کائناتِ عالم کے رازوں سے پردہ اٹھا سکے۔ اقبال ملتِ اسلامیہ کی اسی حالت پہ نوحہ کناں ہے۔ وہ مسلمانوں کو ان کے درخشندہ ماضی کی جھلک دکھا کر ان میں تحریک پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے کلام میں سلطان محمود غزنوی کا تذکرہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اقبالؒ اپنے کلام کے ذریعے نوجوانوں میں ان کے اسلاف کے اوصاف پیدا کرنے کے خواہاں تھے۔ ان کے نزدیک انسان تب طاقتور ہوتا ہے جب وہ اپنے ارادوں میں پختہ ہو جاتا ہے۔ پختہ ارادے ہی انسانی اعمال کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر آصف اعوان لکھتے ہیں:

> ”مضبوط شخصیت سے مراد ایسی شخصیت نہیں جو جسم و بدن کے لحاظ سے توانا اور مضبوط ہو بلکہ اس سے مراد ایسی شخصیت ہے جو عزم و ارادے کے اعتبار سے توانا ہو جو اپنے ہدف کو حاصل کرنے کی راہ میں کسی رکاوٹ کو سدِ راہ نہ بننے دے۔“(۲۲)

اقبال نے اپنے کلام میں مسلم سپہ سالاروں کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے کہ موجودہ نسل اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہی کے ساتھ ساتھ خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔ مغرب پسندی اور مادیت پرستی کے جس چنگل میں مسلم امہ پھنس چکی ہے اس کے ہولناک اثرات کو محسوس کرتے ہوئے اپنی ملت اور اپنے شاندار ماضی سے وابستہ رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنے اسلاف کے عملی کرداروں سے منہ موڑ چکا ہے۔ وہ مادیت پرستی کے اثرات کے زیر اثر بدنی ضروریات کی حدود سے اپنے آپ کو نہیں نکال پا رہا جس کی بدولت پوری مسلمِ امہ مغربی حصار میں جکڑی ہوئی ہے۔ جب تک یہ امت جسے داعی الی الحق کا

فریضہ سر انجام دینا ہے اس حصار سے اپنے آپ کو نہیں نکالے گی تب تک غالب امت کے روپ میں سامنے نہیں آ سکے گی۔ اقبالؒ نے سلطان محمود غزنوی کا تذکرہ بھی اسی ضمن میں کیا ہے کہ موجودہ دور کا مسلمان سلطان کے کارناموں، اس کے پختہ ارادوں، اس کے جذبہ جہاد کی تاثیر کو اپنے جسم و روح کا حصہ بنائے اور ایک ملتِ حق کے فرد کے طور پر اپنی ذات کو اس ملت کے سانچے میں ڈھالے۔ یہ بات روشن عیاں ہے کہ جب تک مسلم امہ اپنے اسلاف کی روایت اور اپنی جملہ ذمہ داریوں پر عمل پیرا نہیں ہو گی تب تک اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو بحال نہیں کر سکتی۔

حوالہ جات

۱. محمد اقبال: ''بانگِ درا'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (اردو)'' شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۶۵
۲. ایضاً، ص ۲۶۰-۲۶۱
۳. ایضاً، ص ۳۷۴
۴. ڈاکٹر خالد ندیم: ''جہانِ تلمیحات'' عمیر شفیق پریس لاہور، ۲۰۱۶، ص ۴۰
۵. محمد اقبال: ''بالِ جبریل'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (اردو)'' ص ۴۲۰
۶. ایضاً، ص ۴۳۸
۷. ڈاکٹر خالد ندیم: ''جہانِ تلمیحات'' ص ۴۰
۸. محمد اقبال: ''ضربِ کلیم'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (اردو)'' ص ۵۵۱
۹. ایضاً، ص ۵۶۷
۱۰. ایضاً، ص ۵۸۷
۱۱. محمد اقبال: ''پیامِ مشرق'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (فارسی)'' غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۵۴۷
۱۲. ایضاً، ص ۹۴۰
۱۳. ایضاً، ص ۱۰۰۲

۱۴. ایضاً، ص ۱۰۳۰

۱۵. محمد اقبال: ''بانگِ درا'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (اردو)'' ص ۱۸۰

۱۶. محمد اقبال: ''پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (فارسی)'' شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۷۰۸

۱۷. ایضاً، ص ۱۷۰۸

۱۸. چراغ حسن حسرت: ''سرگزشتِ اسلام'' علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، ۲۰۱۸، ص ۲۰۸

۱۹. محمد اقبال: ''بالِ جبریل'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (اردو)'' ص ۴۰۴

۲۰. حافظ محمد احسن: ''۱۰۰ عظیم مسلم جرنیل'' طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور، ۲۰۲۲، ص ۳۱۱

۲۱. محمد اقبال: ''پیامِ مشرق'' مشمولہ ''کلیاتِ اقبال (فارسی)'' ص ۳۹۶

۲۲. ڈاکٹر محمد آصف اعوان: ''انسانی خودی اس کی آزادی اور بقا تحقیقی و توضیحی مطالعہ'' سلیم نواز پرنٹنگ پریس، فیصل آباد، ۲۰۲۴ء، ص ۱۵۸